

THE
OUDH PUNCH
REGISTERED
LUCKNOW
VOLUME X
جلد دہم
1926
TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS
ہفتہ وار باتصویر
ممتاز المطابع وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے چھپ کر
باہتمام محمد ممتاز حسین مالک و ایڈیٹر شائع ہوا

آج کل کی مردانہ شکایتوں کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا سچا سودیشی شرطیہ حکمی نسخہ

پرمیہانتک گولیاں

اگر آپ اسی قسم کے نایاب لاجواب چیزوں کے نسخے اور دوسری بیماریوں کے لیے معلوم کرنا چاہتے ہیں

چراغ حکمت

بال جیون گھٹی

— مفت لیجیے —

المشتہر حکیم تلسی پرشاد اگروال مالک دفتر چراغ حکمت علی گڑھ شہر یو پی

جلد ۱۰ — نمبر ۲

مضامین غیر

چهارشنبہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۵ء

غزل

یہی توقیر عاشق ہے ذلیل و خوار ہو جانا ۔۔۔ کسی کے عشق میں رسوا سر بازار ہو جانا
ہزاروں ہجر کی ستنا سیہ روز و شب کھانا ۔۔۔ نہایت فخر ہے جوروں کا ۔۔۔ ہو جانا
وفا کی نسل میں کیا خوف ہم کو کوچہ گردی ہے ۔۔۔ کمال عاشقی ہے عشق میں بیمار ہو جانا
ہوا پروانہ شمع بت تو گھبرائے دل ۔۔۔ تری قسمت میں بھی اک روز ہے ۔۔۔ ہو جانا
مسیحا نے کہا حال مریض ہجر کو سن کر ۔۔۔ پیام مرگ ہے یہ عشق کا آزار ہو جانا
کھلا گھونسا قضا نے عشق کا آغاز ہوتے ہی ۔۔۔ نہ تھا قسمت میں جام وصل سے سرشار ہو جانا
رہا ہونا تو مشکل ہے لیکن کی طرح اے دل ۔۔۔ قیامت ہے اسیر گیسوئے خمدار ہو جانا
وہ خودی میں وصل کا طالب ادھر ہونا ۔۔۔ ادھر اس تند خو کا بر سر پیکار ہو جانا
عمل آئی ہے صادق ۔۔۔ زر عشق ۔۔۔ ۔۔۔ ستم ہے اہل دل کا مفلس و نادار ہو جانا
کیا ستولا کہ وعدہ وصل کا اس شوخ نے لیکن ۔۔۔ بہت ممکن ہے اس اقرار کا انکار ہو جانا
سنبھل اے دل ادھر تیر نظر کی مشق ہوتی ہے ۔۔۔ نہیں دشوار تجھ کو بھی دو اک وار ہو جانا
پڑی کشتی دل گرداب غم کے جو چکر میں ۔۔۔ تو بولا ناخدا مشکل ہے بیڑا پار ہو جانا
پھنسا کے کہیں کر دل میں غلط ۔۔۔ ۔۔۔ نصیبوں سے بڑا ۔۔۔ ہو اگر ۔۔۔ ہو جانا
کہا مجنوں نے یہ لیلیٰ سے ۔۔۔ ۔۔۔ خطا گر کوئی سرزد ہو تو تم بیزار ہو جانا
بڑھاپے میں کسی ۔۔۔ دل دیا ۔۔۔ ۔۔۔ مگر کھلتا ہے اب اسکے گلے کا ہار ہو جانا
رقیبوں کا بھی پامال کرنا ۔۔۔ ۔۔۔ ریاض افسوس ناممکن ہے تھانہ دار ہو جانا

ریاض خیر دہلی

دور ساغری

(تتمہ ۷ جنوری ۱۹۲۵ء)

اسی منتخب صلات میں ایک شعر ہے

کسب فنائیت سے آگاہ راز ہو جا ۔۔۔ سرگشتۂ حقیقت نذر مجاز ہو جا

اے سبحان اللہ کیوں نہ ہو داد دی "فنائیت" خدا جانے یہ لفظ عربی ہے فارسی ہے ترکی ہے اردو ہے کس قوم کا لفظ ہے؟ جو کسی لغت میں موجود نہیں "فنا" کی دُم میں "ائیت" ۔۔۔ خوب ۔۔۔ استاد و شاگرد کی علمیت کی حقیقت کھلی جاتی ہے ۔۔۔ اپنی ۔۔۔ ہے یہ فنائیت خدا داد ہے ۔۔۔

نہیں ہوتی ہوگی (ہے)۔

کاش اس "فنائیت" کی جگہ "نسائیت" ہوتی تو اچھی تھی۔ کسب کی ۔۔۔ اور "راز" کی آگاہی سے لگاؤ تو ہو جاتا۔ نسائیت نہیں تو جولاہیت ہی سہی جولاہیت بھی کسب و پیشہ سے خاص تعلق رکھتی ہے۔ باقی رہا مطلب شعر۔ کیا عرض کروں دماغ کا سوت "ادتا تا" ہوا جاتا ہے۔ پہلا مصرعہ حکم دیتا ہے کہ "فنائیت" حاصل کرنے سے واقف راز ہو جا۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ کس چیز میں فنا ہو جا مطلق فنا کا کسب بہت آسان ہے دو تولہ افیم اور چھٹانک بھر تیل آگاہ راز ہونے کے لیے کافی ہے۔

دوسرے مصرعہ کا حکم ہے:-

"اے حقیقیت کے اتو سڑی سودائی خبطی دیوانے پاگل سرگشتہ "مجازیت" کے نذر ہو جا"

پہلے مصرعہ کی دم دوسرے مصرعے کی چوٹی سے ملائیے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ:-

"مجازیت اور فنائیت ایک ہی چیز ہے۔ مٹی کا تیل پی۔ افیم زہر مار کر سنکھیا کھا غرض کسی نہ کسی طرح "فنائیت" سیکھ یہ فنائیت عین مجازیت ہے اور مجازیت ہے قنطرتیۃ الحقیقیۃ لہذا مجازیت بالفنائیۃ کی حصولیت و حاصلیت حقیقیت کی ستقفیت تک وصولیت کا ذریعہ ہو جائے گی" جل جلالہ کیا شان ہے۔ تخمیس ملاحظہ ہو

"ذیت" لگا فنا میں اور دم دراز ہو جا ۔۔۔ چھوڑ اپنی لیتیت کو فرنہ فراز ہو جا
پیمانہ شکم میں بول و براز ہو جا ۔۔۔ کسب فنائیت سے آگاہ راز ہو جا
سرگشتۂ حقیقت نذر مجاز ہو جا

(۲)

از راہ نکتہ آتری تنکی گداز ہو جا ۔۔۔ مقود ہو بہر عاشق یا تو گداز ہو جا
فطرت کی چاٹ کو بچہ ہیچ سے قاز ہو جا ۔۔۔ کسب فنائیت سے آگاہ راز ہو جا
سرگشتۂ حقیقت نذر مجاز ہو جا

خیر فنا میں "ائیت" کی دُم آویزی تو پڑھے لکھوں کو ناگوار ہوگی لیکن ہمارے شاعر صاحب کے استاد جل نے فارسی و اردو محاورات پر تصرف بیجا کرتے کرتے محلے کے نام پر بھی چوٹ کی ہے یعنی "نائی منڈی" کو "منڈوی حجام" کا لقب عنایت فرمایا ہے (ملاحظہ ہو پیمانہ نومبر آخری صفحہ آخری سطر) معلوم نہیں اس تصرف کی کیا ضرورت تھی۔ شاید بتقاضائے فارسیت و معزیت منڈی کا منڈوی بنایا اور نائی کے بجائے "حجام" کی طرف اضافت رے وی۔ "واو" بڑھا کے معزز بنانے کا کوئی قاعدہ ہماری نگاہ سے نہیں گذرا ممکن ہے کہ پشتو کا کوئی قاعدہ ہو۔ حاتمی مولانا ادیب ہیں، استاد ہیں۔ زبان گر شاعر ہیں بھلا ایسا خیر انعو خیرا کی زبان کیوں ہوتے۔ لالہ فارسی چند اپنی لونیا کا نام "لطیعی" رکھ سکتے ہیں تو مولانا سیماب اپنے دفتر کے محلہ کو نائی منڈی کے بجائے "منڈوی حجام" کہنے کا ضرور حق رکھتے ہیں۔ اگر ایسی فضولیت کی چڑیل دو مصرعوں کے

دماغ میں بھی گھس گئی تو ناکیوں کی جان مصیبت میں پھنس جائے گی۔ المنڈویۃ۔ الگھسیاریۃ۔ الگھسیاری منڈی۔ المنڈویۃ الملحیۃ (گھسیاری منڈی) یا منڈوی کاہ فروشاں، منڈوی ترہ فروشاں، منڈوی قصابان، گھسیاری منڈی، ترکاری منڈی، مچھوا منڈی ان غریبوں کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے نہیں گی۔ غیر زبان فہم بنانے کا شوق اشعار وعبارت کو گھٹا پھٹا مقامات کے ناموں تک پہونچ گیا۔

ایک لالہ کا بہ مفرد سے کچھ پلپلا اور شوخ تھا ایک مرزا لالہ نے اسے یہی الفاظ بھر کا۔

فی حقیقت عالم مجاز بانی کا شعر اسے تو پتا ہے۔ تو بچ کے چھینکے ہیں کم از کم خیالات کو تسلسل ایسا تو ہو۔ میدان کی وسعت پیمائش سے باقل مستغنی ہے جو مصرعہ جی چاہے پیوند کر دیجیے مثلاً۔

(۱) ہوا ہے جس رباح ایسا کہ کیا رہا ہے وہیں ہوئے
خدا کرے کا دُش حقیقت مجاز کو بے نقاب کر دے

(۲) شراب کر دے خراب کر دے عتاب کر دے حجاب کر دے
خدا کرے کا دُش حقیقت مجاز کو بے نقاب کر دے

ایک ہندی شاعر کا تسلسل بھی قابل شنید ہے۔

جیسے چھاننے کو سے چھینٹے سے محبت نکل پڑے اسکے علاوہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حقیقت تک پہونچ کے مجاز کی جستجو کی جاتی ہے جسکے یہ معنی ہوئے کہ حقیقت کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے مجاز ہے۔ ہوس بازی۔ مدہوشی۔ بستی بچہ بازی۔ نخرہ غمزہ۔ رندی۔ زندی۔ وصل تو یہ لونڈی۔ شہدی۔ کلّہ بانی۔ خرانجواری کرتے رہو یہی کرتوت کام آئیں گے۔ پیمانہ کے تمام مضامین کا رجحان اسی طرف ہے۔ واہ جناب نیاز صاحب خاکرد صاحب کو آپ نے کیا اچھا سبق پڑھایا ہے۔ صفحہ ۲۲ (پیمانہ نومبر) کے بعد جو تصویر چھپی ہے اس سے بھی یہی مطلب واضح ہوتا ہے کہ جوانی میں سب کچھ مباح ہے راز صاحب لکھتے ہیں "انکے جذبات وحسیات ذاتی ہوتے ہیں کرایہ کے نہیں ہوتے وہ جو کچھ لکھتے ہیں اپنے دلما سے متاثر ہو کے لکھتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ دنیا انہیں حقیقت پرست سمجھ لے گی یا فطرتی ہے۔" ایک تصویر ہے جسکی پیشانی پر لکھا ہے۔



اللہ بھلا کرے۔

چلے وہاں سے جسیع دیکھی وہ شام۔ اللہ بھلا کرے تصویریں دیکھیں اور جنت وعدہ کرو۔

بھر کا۔ مثلاً کہ ہے دست رپھر توں ہو مسلمانوں کے مزاج ... سائل جاتے کے طرح اندازی کرتے ہے اگر جیتے من ... میاں دے لوگ تے کا ضرب المثلین مستفید فرمائیں تو اسی مثل صادق آتے ضرب المثل البلاء ... کسی شعر ... لوگوں کو آگاہ ہے انکے ریجارت وخرافات اسی قسم کے ہوتے ہیں اگر ینڈ اظہار لیاقت میں بادھا تے اور ریختہ ہرگز واقف نہ تھے لالہ جی کچھ جانتے ہیں۔ بہر حال اب تم ان کو فنا کرتے سکیے منڈی کو منڈوی۔ ڈنڈی کو ڈنڈوی۔ ڈنڈی کو ڈنڈا۔ جھنڈی کو جھنڈوی۔ جھنڈی کو جھنڈوی۔ ایسے کو صفے وزن وزن کی بھرمار جتنی زیادہ ہو گی اتنی ہی کلام مقبول ہوگا ورنہ جھنڈوے سے پیجڑ جھنڈیگا۔

دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

مجھے جسے کو بچاتا ہوں کہ ہو محبت اسی پہ یہ
خدا کرے کا دُش حقیقت مجاز کو بے نقاب کر دے

وہ دو مجاز حق دار ... مجھ تھے میں زرے ڈھونڈھتے ہیں محبت مرد دانو سے کہ

ساغر عالم رنگ و بو ہیں یہ

رنگ تصویر تو کالا ہے مگر خدا کا احسان ہے کہ اسکی بدولت دماغ محفوظ ہے۔ جو کچھ ہم لطف اٹھا سکتے ہیں وہ صرف حس بصر تک محدود ہے مشام ... نہیں ہوتا۔ طلیہ شریف ملاحظہ ہو۔ ایک کوٹھریا کا گول در ہے اس کے آگے جھنڈے بال گھرے کوئی بے ریش وبروت گریباں چاک کھڑا ہے آدھا نظر دکھائی دیتا ہے آدھا تھیلی اور پھولوں کے درختوں میں غائب ہے۔ اس نادیدنی حالت کے قدردان ذوق نصیب جانے ہونگے

نکتہ ہے ہے

جنبش ہجری ہول گئی نہ کوئی ...
... تو بھی نہیں ہوتے لگا ہے ہے

خاک چھاننے تک سفر لفظ نہیں مگر ایک ذرے سے دوسرے ایک ذرے سے کر چھاننا اس غرض سے کہ محبت ذرے میں مل جائے بہت مشکل اور دقیق کام ہے۔ آسیائے فطرت کی پیسنا ریوں کو آج تک ایسی چھپنی دستیاب نہ ہوئی جس ... ایک ذرہ چھپ سکے ہر ذرہ ذرے میں کو سالمات ذرے میں کوئی ایسا ذرہ ملا

ہو سکتے ہیں یا سیماب اکبرآبادی۔ لیکن جو حالت اس تصویر سے مترشح ہوتی ہے غالباً صاحبانِ غیرت اُسے دیکھ کے بے اولاد ہونے کی دعا کریں گے خصوصاً جب وہ تصویر کے آخر میں یہ مصرعہ دیکھیں گے:

"اُڑتی ہے شراب پھول بن کر"

تو اس رنگ و بو سے یقیناً اُنھیں نفرت ہوگی ابتداءً تو ہم نے تصویر کی عبارت نہیں دیکھی تھی ہم نے خیال کیا تھا کہ پیمانہ کے گزشتہ نمبروں میں ایک نظم بعنوان "باغبان کی لڑکی" چھپی تھی شاید اب اُس کی تصویر ہاتھ آ گئی مگر جب عبارت دیکھی تو خیال اول کے ماحول پر لاحول بھیجی اور اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئے۔

اس نمبر کے پہلے صفحہ پر بھی ایک تصویر ہے اور یہ بھی ساغر صاحب کی جلوہ فروزی کا نمونہ ہے لیکن نقش ثانی نقش اول سے بمقدر مستغار ہے کہ کسی طرح صاحب تصویر پہچانا نہیں جاتا۔ اہل ذوق و نظر کا حال معلوم نہیں مگر والله ہم تو اس تصویر کے دیدار سے بالکل متاثر نہیں ہوئے ہاں آزاد صاحب کے کلام کی تصدیق ہو گئی یعنی واقعی شاعر صاحب اپنے جذبات و حسیات کے اظہار یا افشائے حقیقت میں کسی کی آفرین و نفرین سے بالکل مستغنی ہیں۔ بے شک وہ "ذرہ" پہچان سکتے ہیں اور اگر "کاوش حقیقت" مجاز کو بے نقاب و بے غلافت کر سکتی ہے۔ (باقی آئندہ)

واقف

ابوالعبیدۂ ول مولانا کا وارث

پیمانہ

(دسمبر ۱۹۲۴ء)

جب سے پیمانہ صاحب گردش میں آئے ہیں اُس وقت سے ہمارے دفتر میں بکثرت مضامین متضمن بر خدمت پیمانہ موصول ہوئے بعض مضامین زیادہ تر اخلاقی حیثیت سے پیمانہ کی تنقید کرتے ہیں ہم انداز کے حذف و اسقاط کے بعد اُنکی اشاعت پر مجبور ہیں۔ مندرجۂ ذیل مضمون ہمارے کرمفرما ڈاکٹر خواجہ صاحب نے لکھا ہے۔ پیمانہ نومبر ۱۹۲۴ء کے ابتدائی ۱۱ صفحات پر خواجہ صاحب نے تبصرہ فرمایا ہے۔ مولانا ادبار نے جب دیکھا کہ حضرت بیدل و غیرہم نے برجستہ نیا یا تو اُنکی خلقی کاہلی ہو گر آئی۔ حضرت اہل ذوق و نظر کی خامہ فرسائی اور وقت نفرت سبق لینے کے بعد غالباً اختتام مضمون گردش پیمانہ مقصود ہے۔ ناظرین سے التماس ہے کہ دل لگی یا مزاح کے ساتھ ہی ہیں اخلاقی برائیوں کی وضاحت مضمون نویس حضرات نے کی ہے اُنھیں بنظر غور ملاحظہ فرمائیں۔ اُردو تو بگڑتی ہی ہے مگر پردہ نشین مخدرات کو بیباکیوں پر مائل کرنے کا جو کام پیمانہ کے مضامین نے اختیار کیا ہے اس خیال سے کہ یہ پیمانہ ابھی کمسن ہیں" ہم اپنے ناقدروانوں کے نزدیک ہرگز چشم پوشی کے قابل نہیں۔ ——— خاکسار ایڈیٹر

زیر نظر تین مہینے اوپر ایک برس سے چھپ رہا ہے فکر تھی کہ الفاظ "زیر نظر" کے معنی کیا ہیں۔ بڑے سے بڑے فرہنگ اور دام لغات ڈھونڈھ ڈالے پھر کی خیابنگ کاکلی تیز ثبات دوڑ ڈالے مگر نتیجہ ڈھاک کے تین پات "۔ اگلے زمانہ کے شعرائے آنکھ کی تشبیہ ساغر و پیمانہ سے دی ہے۔ چنانچہ ایک متبدی کا شاعر کہتا ہے سے

ابی لاہل مدھ بھرے ہوئے سیام رتنار
جیت مرت جھک جھک پرت پچھوٹ اک بار

اگلے شاعروں کی کوئی بات پیمانہ والے پسند نہیں کرتے لہذا "زیر نظر" کا پیمانہ کے ساتھ رہا سہا لگاؤ بھی جاتا رہا۔ مدیر مسئول ایڈیٹر جامع زیر مشق ناشر کے معانی لغت سے نہیں نکلتے۔ اگر عشوہ و ریز تصویریں نہ نکلتیں اور اوڈیٹر صاحب کے حالات زیر نظر ناظرین نہ کیے جاتے تو شاید "زیر نظر" صاحب معنی بنا ہوا ہے اوڈیٹر کی تصویر اور اُنکے حالات نے "زیر نظر" کا مسئلہ کھول دیا کہ یہ ایک ایسا شمارہ ہے جو ساغر کی شاعری پر ایک "اضافہ نظر" اور پیمانہ کی ایڈیٹری کی ماتحت سرخیوں سے اسکی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ تصویر نمبر ۱ علیگڑھی وضع کی ایک تصویر ہے مگر زیر نقاب ہے جس سے عمر اور اُنکے چہرہ مسطور خاص

دیوان چرکین

حکیم ظرافت کے بجنس یادگار کا یہ نادر اصلی دیوان ۷۰ برس کے بعد چھپا ہے جلد منگا لیجئے ورنہ پھر خبیث موئے پر جیسا اتوار ہے مدتوں تک افسوس ملنا پڑیگا قیمت مجلد فی جلد ۱۲؎

دیوان جان صاحب۔ لکھنؤ کے مشہور ریختی گو شاعر جان صاحب کا نایاب نادر دیوان جو اب تک ۵۰ برس سے مفقود تھا قیمت مجلد فی جلد ۱۲؎ ایضاً کلیات جان صاحب مجلد ۲؎ دیوان مسجع ۱۲؎ میر حسینی کا پنا ۲؎ شہنشاہ ظرافت ۳؎ ہراوقت ۸؎ عرفان الطرفا ۱۲؎ لطائف بیربل کا ۱۲؎ ناول بدنصیب لڑکی ۸؎ رسالہ تحریف یادداشتی ۸؎ علاوہ محصول منگانے کا پتہ

منیجر عظمت بک ڈپو۔ لکھنؤ

زمیندار ہفت روزہ

چونکہ اکثر حضرات روزنامہ زمیندار کی قیمت نہیں ادا کر سکتے اور چونکہ بیرونی ممالک میں زمیندار کے بھیجنے کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ لہٰذا زمیندار کا ایک ہفتہ وار ایڈیشن جاری کیا گیا ہے۔

بالکل علیحدہ چیز

ہفتہ وار زمیندار روزانہ کے مضامین کا خلاصہ نہیں۔ ایک خود [illegible] مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ [illegible]

[illegible]

قیمت سالانہ [illegible] روپیہ [illegible]

مہتمم زمیندار ہفتہ وار۔ لاہور

نادر کتابیں انتہائی رعایت

کتب نادرہ موجودہ دفتر جسٹیفیٹ پریس و گورنمنٹ علیگڑھ کے ذخیرہ کو ختم کرنے کی غرض سے انتہائی رعایتی قیمت پر فروخت کرنا مقصود ہے۔ عام شائقین نیز تجار کو مستفید ہونے کا موقع ہے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۲۵ء تک جسقدر فرمائشیں موصول ہونگی ان کی تعمیل رعایتی اعلان کے بموجب کی جائے گی۔ لہذا آج ہی ایک کارڈ لکھکر رعایتی اعلان منیجر صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علیگڑھ سے طلب کر لیجئے ۳۰ جنوری ۱۹۲۵ء گزر جانے کے بعد یہ اور موقع ہاتھ نہ آئیگا۔

منیجر

اگر شنمہ و تعبیر عتیق کی سنت یاد آ جاتی ہے کیا معنی
کہ باریک کاغذ کا پردہ ناظرین سے "حسن نظر"
کرتا ہے۔ ظاہر بہت اچھا ہے عموماً آج کل کے
مہذب اسی وضع میں رہتے ہیں لیکن تصویر نمبر ۲
میں باطنی حالت دکھائی گئی ہے۔

جرعات غالباً تصویر نمبر ۲ (جس پر آئندہ تبصرہ
کیا جائے گا) کے بارے میں خود حضرت ساغر نظامی
جرعات فرماتے ہیں۔

"میری تصویر پیمانہ کے صفحات پر شراب کا ایک
دھبہ ہے"

اگرچہ "پیمانہ" آپ ہی کی نگاہوں کا ایک کرشمہ
ہے مگر آپ فرماتے ہیں:۔

"جس کی اشاعت کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں
جو میری تشہیر جائز سمجھتے ہیں"

گویا اس تشہیر ناجائز میں آپ مجبور رہے۔
اڈیٹر سے زیادہ اگر کسی کے اختیارات ہو سکتے ہیں
تو وہ مالک پیمانہ یعنی حضرت سیماب ہیں معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت سیماب نے بیتابی کی بدولت یہ گستاخی
کی ہے ؎

بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

ورنہ یہ شراب کا دھبہ کہ دراصل دھبہ تھا
آگے آئی آیت (بجالت وقت) دھبہ ہو گیا ورنہ
خفا میں رہتا۔

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"وہ چشم تماشا کے حسن ظن کا مجھے علم نہیں مگر شرمندہ
ضرور ہوں کہ اتفاقات ایک گم شدہ تحیرات
کو وقت سے پہلے منظر عام پر لے آئے"

تصویر نمبر (۱) میں کوئی بات شرمندہ کرنے والی
نہیں ایسی تصویریں تو ہر ایک تصویر والے پرچے میں
"منظر عام" پھیلائی جاتی ہیں۔ لہذا بے بسی کی
شرمندگی بھی تصویر نمبر ۲ کے سر منڈھی جا سکتی ہے۔
اسلئے کہ تصویر نمبر ۲ میں جو حالت دکھائی گئی ہے وہ
ضرور ایک قسم کی بے اعتدالی ہے خواہ مدیر صاحب
نے خود ہی اشاعت کی ہو یا کسی دوسرے ذمہ دار نے
اس قسم کی بے کیفی کا اظہار ہرگز مستحسن نہیں ہے۔

حافظ شیرازی نے اپنے معشوق کا ذکر یوں بھی فرمایا ہے ؎

زلف آشفتہ و خوے کردہ و خنداں لب و مست
پیرہن چاک و غزلخواں و صراحی در دست
نرگسش عربدہ جوئے و لبش افسوس کناں
نیم شب دوش ببالین من آمد بنشست
سر فرا گوش من آورد و بآواز حزیں
گفت اے عاشق دیرینۂ من خوابت ہست؟
عاشقے را کہ چنیں بادۂ شبگیر دہند
کافر عشق بود گر نہ بود بادہ پرست

ظاہر ہے کہ حضرت حافظ کے اصطلاحات اور ہیں
اور اُن کی شراب کسی بھٹی میں کشید نہیں ہوئی نہ
اُن کا معشوق ہی کوئی ہستی وجود رکھتا تھا مگر
بھی یہاں کے بعض نگڑے اور تنگ مزاج ملاؤں
نے اعتراض کیا: "استغفر اللہ یہ کیا؟ اشاعت
فواحش ہے اگر ایسا ہو بھی تو مخفی ہونا چاہیے۔"
یہاں تصویر کھینچ کے دکھائی گئی ہے۔ جس کے
بعد یہ عذر بھی نہیں چل سکتا کہ ؎

بردار زاہد بر دُرد کشاں خردہ مگیر
کہ ندادند جز ایں تحفہ بما روز الست
آنچہ او ریخت بہ پیمانۂ ما نوشیدیم
اگر از خمر بہشت است وگر بادۂ مست

کیونکہ یہ "روز الست" کا واقعہ نہیں نومبر ۳۳ء کا
واقعہ ہے جس میں شراب پھول بن کے اڑ رہی ہے
پھول اُڑتا نہیں ہاں شراب اُڑتی ہے یہ بھی لحاظ
عذر کیا جا سکتا ہے کہ اُڑتی ہوئی چیز موجود نہیں
مگر چشم تماشا کا حسن ظن ذرا بھی اختیار نہیں رکھتی
وہ آنکھوں کی مستی بالوں کی پریشانی اور عریانی کا
انکشاف رکھتا ہے انکشاف راز پنہانی کا اعتراف
خود ساغر صاحب کو بھی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

شہرت تصویر ما شد باعث تشہیر ما
کرد ما زرد حیاں صد رنگی تصویر ما

کہنا چاہیے کہ تسلیم و رضا کا اب ٹوٹ جانا جاذب
نظر اشتہار ہے۔ آپ وعدہ کرتے ہیں کہ جن لوگوں
نے پیمانہ دیکھا ہے ساغر کو بھی دیکھ لیں اس کے بعد
ساقی کی باری ہے ؎

شیشہ و ساغر و پیمانہ و صہبا جمع اند
شد الحمد کہ حید ہست بہ میخانہ ما

ساقی صاحب اگر ساغر دست نہ ہو سکے تو سب سے
رہے گا ابھی پورا سٹ ہونا چاہیے تاکہ پیر مغاں کی
صحبت ادھوری نہ رہے۔ بلکہ ہمارے نزدیک
"خشکیات" کی مکمل تدوین اسی صورت میں ممکن
ہے کہ ساقی کے ساتھ ساقیات بھی ہوں کیا معنی
کہ اب زمانہ کا رنگ بدل گیا ہے مردانہ حسن کی
زیادہ قدر نہیں آپ کی دعا اسی وقت مقبول
ہو گی جب ساقیات کی زیادہ تعداد اس میخانہ میں
جام بدست چھلکتی ہوئی نظر آئے گی ؎

ہر کہ در آب بست بحر یہ خوشدلی برد حلال
و آنکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بر وے حرام

ساقی و ساقیات دونوں کو شامل ہے اگر آپ بقول
خود "پیمانہ کے ذریعہ وہ شراب تیز کی خشکیات ہیں
پھیلانا چاہتے ہیں" جو شستی تر ہے پاک دامانوں کو بھی
تر دامن کر دے تو اپنے ہم خیال ساقیات بہم پہنچائیے
مگر خدا کے لئے خواتین ملک ... کی عصمت کو ان
ناپاک دھبوں سے معاف رکھیے شراب تیز کی
آنچ آپ ہی کے حلقہ میخانہ میں رہے تو بہتر۔
صاحب جی حیا کو دعا مانگنی چاہیے کہ ملک کی فطرتاً
خواتین کے نازک ہاتھ کبھی آپ کے قلم کے ساتھ ساتھ
جنبش نہ کریں۔ آپ کا یہ خیال قطعاً غلط ہے
کہ وہ شراب جس کی ترویج آپ چاہتے ہیں
"نسائیت" میں زیادہ محفوظ ہے۔ اس لئے کہ
جب "مردانیت" میں خود ہی نسائیت پیدا ہو گی
تو "نسائیت" کو بجز گوشہ گیری کے اور کوئی جادہ
نہیں۔ "نسائیت" کا اعلیٰ جوہر حیا ہے اور حیا کا
مقتضی ہرگز یہ نہیں ہے کہ کسی گم شدہ تحیرات
عورت کو منظر عام پر لے آئے۔ خلوت میں کسی
عورت کے جو خیالات ہوتے ہیں انہیں وہ ہمیشہ
مخفی رکھتی ہے۔ آپ اپنی شاعرہ سائرہ کے
علاوہ دھبہ کا کلام صفحہ ۵۶ پیمانہ ستمبر ۱۹۳۴ء پر بیچ(؟)
کسی قدیم شاعرہ کا کلام "گرفت لہجہ" میں نہیں دکھا سکتے
یعنی صیغہ متکلم میں علامت تانیث کا استعمال



بچہ ''اماں ہمیں بھی گیا دودھ دے گی''

ماں ''گئو ماتا بچہ دودھ مانگتا ہے''

گائے ''اب تو صاحب کو نچوڑنے دو پھر دیکھا جائیگا''

اُنھوں نے کبھی نہیں کیا۔ وہ خواب میں بھی اپنے راز خلوت کو ظاہر نہیں کرتیں۔ "تجریر متعفن" کے زیر عنوان جس سائرہ کا کلام آپ نے درج کیا ہے وہ ایک باحیا عورت کے واسطے موجب شرمندگی ہے۔ مثلاً عالم (واجد علی شاہ کی خاص محل) کا کلام اُٹھا کے دیکھیے تو یہ معلوم ہوگا کہ قائل اس کلام کی کوئی عورت ہے یا کسی بیگم کے اشعار۔ بھلا ... تجریر متعفن کا دُکھڑا رونا کیا جانیں۔ آپ کی یہ امیدیں صرف متعفنوں کے اجتماع سے پوری ہو سکتی ہیں جب آپ کا یہ قول ہے کہ

ہم ارشیوہ ہے جینا اور جی بھر کے گنہ کرنا

تو باعصمت خواتین ملک سے مخاطب عظیم جرأت اور قابل سزا حرکت ہے۔ ممکن ہے کہ از راہ تشنیع بعض عورتیں بھی دبی زبان سے کہہ نکلیں کہ آپ کو اپنی گرم بازاری سے فرصت ہی کہاں ہے جو ہم کو خوشنما بنا دیتے ہیں۔ تصویریں چھاپتے ہیں تو ننھے بچوں کی۔ تحریریں چھاپتے ہیں تو اپنی۔ بس دل آزری کا ایک ہی سامان رہنے دیجیے۔ خادمہ رقابت برباد۔

مبصروں کی نگاہ جدہ عات عجیب کے ایسے مبصرین نے بجائے اختر اک مذاق چند سر ٹیفکٹ زیر نظر صاحب (پیمانہ) کو عنایت کیے ہیں ان مبصرین کے حق میں بجز دعائے مغفرت کے کچھ کہنا مناسب نہیں۔ ملک کی حالت پر خدا رحم کرے۔ چھپائی صاف جو خط اچھا ہو لا حاصل تصویر ہو نظم کی صورت تک کچھ سطریں ہوں تجر الفرع ہو۔ بس خوش ہو گئے دماغ کی بے ہودگی خیالات کی کثافت بد مذاقی کی شرافت سے عدم بے بہرگی جہالت کی گرم بازاری ان حضرات کے نزدیک کوئی قابل گرفت بات نہیں جس کا جو جی چاہے لکھے آپ تعریف و توصیف کرنے کے واسطے نقل موجود ہیں۔

احمد نیازی خاں صاحب لاہوری خدا جانے کون شخص ہیں مگر ہیں کوئی قدر شناس کیا معنی کہ پیمانہ کی تعریف جو آپ نے لکھا نہیں فرمائی بلکہ پہ لکھنو والے نوجوانوں کے ساتھ آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ بایں لکھنؤ نوازی جو کچھ آپ کے قلم سے نکلا وہ آپ کا حق ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکبر حیدری صاحب مدیر نکیر دہلی بھی سخن فہموں کی فہرست میں ہمیں آج ہی دکھائی دیے ہیں مگر اُنھوں نے در پردہ ہجو کی ہے یعنی "امتہ البحر" کے بارے میں آپ نے دلی زبان سے بھانڈا پھوڑ دیا کہ "سیتا" کی قلم سے مسروق ہے۔ اب جو کچھ توصیف ہے وہ ما فقط کی ہے۔

اسی طرح قوی امروہوی صاحب مدیر "سوز و ساز" دہلی بھی اہل حلقہ میں سے ہیں خدا جانے سوز و ساز میں یہ آواز خواجہ حسن نظامی صاحب (مرشد پیمانہ) نے بلند فرمائی ہے یا قوی صاحب نے۔ رہ گئے نیاز صاحب فتح پوری اُن کو "اس میں محاسن ہی محاسن نظر" آئیں گے اس لیے کہ غریب اُردو کے تباہ کرنے والوں کے جتھے میں آپ کا نام نامی سرے پر دکھائی دیتا ہے۔

ان میں معزز "سیاست" لاہور پر تعجب ہے نہ معلوم کس افسر نے اُسکے قلم سے اس گندے مذاق کی تعریف کروائی جو نہ ملک کے واسطے مفید ہے نہ ادبیات کے لیے۔ تحریری عرفی اخلاقی ادبی عیوب کا گورکھ دھندا ہے۔ غالباً ہمارے ریڈ ایڈیٹر صاحب کا مزاج اسوقت درست نہ تھا جب اُنھوں نے "نقاد" اور پیمانہ کا مقابلہ فرمایا اور پیمانہ کو نقاد پر ترجیح عنایت کی۔ یہ آج معلوم ہوا کہ سیاست بھی پیمانہ کے خاندان سے علاقہ رکھتا ہے۔ کیا معنی کہ صلۂ رحم کا جزو اس توصیف و تحسین میں شامل معلوم ہوتا ہے۔ غالباً "سیاست" کو یہ معلوم نہیں کہ ملکی مذاق کے سنوارنے والوں کے دو حق ہیں ایک یہ کہ قابل تحسین فعل کی پوری داد دیں دوسرے یہ کہ عیوب کی تہجین و نکتہ چینی کی طرف متوجہ رہیں تا کہ اچھائی کا حوصلہ بڑھے اور بُرائی کی ہمت پست ہو۔ اسکے خلاف کرنے والا خود اخلاقی جرم کا مرتکب سمجھا جاتا ہے۔ ہر چیز کو ہرا ہرا دیکھنا صاحبان نظر کا شیوہ نہیں۔ حاتم طائی کے قصہ میں قہقہہ دیوار کا طلسم ہے اس دیوار پر چڑھ کے جو کوئی جھانکتا تھا ہنستے ہنستے بیہوش ہوتا اور دوسری جانب گر پڑتا تھا۔ مگر آجکل ادبیات کے متعلق ایک دنیا اسی طلسم کے زیر اثر ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ مسحور طلسم ہنستا تھا یہ لوگ واہ واہ کرتے ہیں۔ پیمانہ ہیں باعصمت عورتوں کو بہکانے کے عجیب و غریب مضامین نکلتے ہیں جنکی زبان کسی قاعدہ یا معنی کی پابند نہیں جیسے یا فرمائیے کی لڑکی اور دیگر فحش آمیز نظمیں شائع ہوئی ہیں جنکے ایڈیٹر صاحب جی بھر کے گناہ کرنے کے بقول خود مقر ہیں اور پھر ان "گناہ گاریوں" میں دوسروں کو بھی مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور گناہ کو مقتضائے فطرت کی آڑ میں عین ثواب سمجھتے ہیں خود اپنی توصیف اپنی زبان سے تو اور بھی حسن خلق ہے۔ بھلا ایسے پرچہ کی مدح و ثنا کہاں تک جائز ہے۔ (باقی آئندہ)

خواجہ .... اکبر آبادی

لوکل علیہ الرحمۃ والنغمۃ

علیہ الرحمہ اس وجہ سے کہ مئی جون میں گرم لوئیں چلتی ہیں اور آجکل ٹھنڈی لوئیں۔ ننھے خاں جنکے ڈیل پر لنگوٹی بھی ثابت نہیں خیموں میں ٹھنڈ ڈالے کا پٹے تھرتھراتے مزدوری دستوری میں مشغول ہیں جنت سے ایک جھونکا آیا اور سامات کے راستے جسم میں پیٹھ کے اپنے ساتھ روح کو لپیٹ لے گیا ٹھنڈے ٹھنڈے مرحوم ہو گئے۔ نوواردل اور سہانے دنگی کا یہ عالم کہ مجھکو دیکھیے بجبڑ کا جسم سر پر چھتر سے لپٹے ہیں یا کمکھائی کا سٹیلہ درست اس دماغی آرکن سے عطسہ جھینک کے شہتیم جاری۔ آہ گرم گلے کے سانچے میں بھی اور برف کی قلفی تیار پیشاب کرنے بیٹھے اور دھار شوربہ قلمی بن گئی۔ اسپر طرہ یہ کہ ابر کا شامیانہ ہر وقت بالائے سر تنا ہوا ہے دھوپ بھی ہو تو وہی بو بوکو نے کوئلے دہکتی پھرتی ہے انگیٹھی کوئلوں سے گرم نہیں ہوتی انگاروں کی جگہ ایشیائی شعرا کے دل دہکار ہیں۔ مرزا رفیع سودا کہتے ہیں ؎

انسان کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا ہے کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

موسیقی بھی مروّت کے واسطے کیسی ہی عنصری حرارت مطلوب ہے۔ اوّل تو خون کی افزائش گرانی غذا کی بدولت پہلے ہی سے مفقود تھی رہا سہا جو کچھ ہے وہ بیک ہوائے زمہریری یاقوت کی طرح منجمد۔ کسی شاعر کا قول ہے ؎

جسے لوگ کہتے ہیں دل وہ ہے ایک قطرۂ خون
تری قدر بھی تو گھٹتی جو اسے نثار کرتے

مگر یاقوت ہو جانے کے بعد یہ قطرۂ خون قیمتی ہو گیا ہے اب اگر دل کے ماہروں کی ہوس پر نثار کر دیا جائے تو قدر نہ گھٹے گی۔ گھٹے تو ہمارا ذمہ۔ مگر خاموش رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ منجمد یاقوت بھی ولایت نہ چلا جائے۔

علیہ النعم اس بات سے کہ اس ٹھنڈک کے ملک میں بھی ہمارے شہر نے موسیقی کانفرنس کی صورت میں ٹھنڈی گرمیاں دکھائیں تا برقول چند روز تک ملا میں ایک نہیں تین چار جلسے ہوئے۔ سچ پوچھئے تو جن دنوں میں تھوڑی بہت دولت کی ہوا لگی [illegible] افسوس [illegible] کھیل کھیلا۔ اور رفیا شیاں دکھائیں۔ گویا قدرت نے دولتمندی کے عوض جو حقوق ابنائے وطن ان کے ذمہ لگائے تھے وہ سب پورے ہو چکے۔ پیٹ بھرا تو دور کی سوجھی۔ خدا نے روحانی کی کمی تھی اس کا انصرام کر دیا گیا قدیم عشرتگاہ قیصر باغ کے بھاگ جاگے ملتانی مسجد کے [illegible] اور رنگ نے زور باندھا مدتوں کے بعد غدا شبیہ لکھنؤ کی گلی کوچوں در و دیوار سے رنگ اور رنگ کے ساتھ راگ پھوٹ نکلا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ راگ تھا جس میں مدھم اور پنچم دونوں سرے سے غائب تھے مگر نا میں پھر بھی سنائی دیتی سر ولیم میرس کی افتتاحی تقریر میں مدھم کی جگہ غفلت کے متعلق سرزنش اور درد کا میل تھا اور آخری تان میں .... اعانت کی پنچم کا سرپا شل ہو "دیکھا جائیگا" کی نکش میں پھنس گیا۔ واہ بھئی میرس صاحب تم بھی بڑے گنی ہو کیا خوب گائے اب پیٹ میں غذا کی جگہ بھیروں ناچتا ہو تو راگ [illegible] کسی کو کیا سوجھے۔ وہ زمانہ اب کہاں ہے جب پیٹ میں دانے تھے تو ہر ایک ملار گاتا تھا۔ ادھر بچہ ماں کے پیٹ سے نکلا اور بجائے ہاؤں ہاؤں کے گا سا رے گا ما پا دھا نی کرنے لگا۔ ڈومنیوں کے منہ سے "لاری کٹوری یہ تیل کیوں ڈھرکایا سودے کے
لاری کٹوری یہ تیل ...."

سنتے بلیرو پر نکلنے کا نام دیا تھا۔ فن کی موت ہے جو باقی ہے بھک منگے بھیک بھی کسی نہ کسی دھن میں مانگتے ہیں لیکن اصولی تعلیم کا شیرازہ تلاطم ہوئی کہ فاقہ کشی نے بچھاڑا۔ غارا غارت۔ گوری گوری کنا چی کمپاچ سارنگ بدرنگ۔ ہنڈول ہیٹول یمن بد یمن مال سری کال سری۔ ایری بھیری [illegible] نٹ نمیٹ۔ گنگلی کنگلی بھیے نٹ کھٹ بیری بے [illegible] سوہا روہا۔ کافی ناکافی۔ شہانہ [illegible] سنسنی کنگنی [illegible] بجھیا [illegible] بزاری۔ پوریا اسور دھیا۔ جیت ہریت [illegible] ہمارے [illegible] ہند [illegible] کے فضل سے [illegible] کہ انھوں نے اس مردم فن سے بے پروائی کی [illegible] لطیف کے شوق [illegible] یہ پرواہ ہوتے [illegible] آج اس کانفرنس [illegible] جسکی [illegible] اپنا کام [illegible] کچھ دلوں [illegible] لطیف کی مرسیقی کا [illegible] باقی رہا اور شریف عورتوں کو بھی گھلے بندوں اسے دیکھنے دکھانے کا [illegible] نصیب ہوا [illegible] کرتے پھرے خصوصاً ہندوستانی مسلمان کہ تجیے میں ہندوستانی تہذیب سے ایک ہی فنکار کی [illegible] اس کانفرنس کے [illegible] میں بھی فیصدی [illegible] کی نسبت مسلمانوں کو حاصل تھی۔ یہ تباہ کن تنزل کی بین دلیل ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

سر ہری سنگھ ولیعہد کشمیر تو تھے ہی اب اردو کی [illegible] کا ایک افسانہ بھی اخباروں میں چھپا ہے [illegible] ہے عبد القادر باڑے کے خون کی سرخی نے [illegible] رنگ کو [illegible] چھپا دیا ہے [illegible] کا خلاصہ یہ ہے کہ [illegible] اخباروں میں شائع ہوا صرف اتنا ہے کہ [illegible] کی حسین لڑکی کے حسن نے [illegible] [illegible] وصول کرتی رہیں [illegible] اس بیماری سے [illegible] سامان کیے۔ [illegible] فہرست میں اپنا نام [illegible] ہسپتال میں [illegible] [illegible] رکھتی ہیں۔

[illegible] حکومت کا فرض [illegible] [illegible] میں تو سچ سلامت [illegible]

[illegible] موسیقی کانفرنس [illegible] بات نہ پوچھئے کی [illegible] موسیقی کانفرنس کے بعد [illegible] بھی ایک [illegible] ہو تو یہ نمبر [illegible] ہوگی۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ [illegible] صاحب [illegible] کے رنگ کی [illegible] اڑ گئے [illegible] صاحب [illegible] ہوئے تو وہ [illegible] جاتے ہیں۔ بھلا اس [illegible] شکایت کیسی ہے۔

ہند جدید کا خاص نمبر

نئے سال یعنی ۱۰ر فروری کو ہند جدید کا خاص نمبر شائع ہوگا۔ ساوندین قلم ۳۰ جنوری سے قبل مضامین ارسال فرمائیں۔

منیجر ہند جدید جونپور

[illegible] ... پرنٹر و پبلشر ... مطبع ... لکھنؤ ... شائع ہوا۔